اُمت کا معمار

سید قطب ○

بعض اتفاقیہ واقعات یوں لگتے ہیں کہ جیسے وہ ایک محکم تدبیر کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئے ہوں، جیسے وہ کتابِ مسطور اور صفحاتِ تقدیر پر ازل سے ثبت ہوں —— حسن 'البنا' اتفاق ہی ہے۔ ان کا لقب 'البنا' یعنی معمار تھا لیکن کون کہتا ہے کہ یہ ایک اتفاق ہے۔ اس انسان کے حوالے سے یہ لقب ایک عظیم حقیقت ہے۔ تعمیر بلکہ شان دار اور عدیم المثال تعمیر اس شخصیت کا اصل عنوان ہے۔

تاریخ اسلام نے لا تعداد داعی دیکھے ہیں لیکن دعوت وتشہیر ایک چیز ہے اور تعمیر بالکل دوسری۔ ہر داعی معمار نہیں ہوسکتا اور ہر معمار بھی یہ عبقریت اور عظمت نہیں پا سکتا۔ یہ عظیم الشان عمارت جسے 'اخوان المسلمون' کہتے ہیں اسی تعمیر وعبقریت کا ایک مظہر ہے۔ یہ لوگ محض کوئی ایسا گروہ نہیں ہیں، کہ خطیب نے ان کے جذبات کو گرما دیا ہو، ان کے احساسات بیدار کردیے ہوں اور وہ کسی سطحی سوچ کے تحت کسی عارضی ہدف کے گرد جمع ہوگئے ہوں۔ اخوان وہ عمارت ہیں کہ تعمیر کی خوبی واستحکام اس کے ایک ایک زاویے سے اجاگر ہوتی ہے۔ اسرہ جات، شعبہ جات

○ شہرۂ آفاق تفسیر فی ظلال القرآن کے مؤلف' اسلامی تحریک اور تجدید واحیاے دین کے حوالے سے متعدد کتابوں کے مصنف۔ کچھ عرصے کے لیے وزارتِ تعلیم سے بھی منسلک رہے۔ امریکا میں دورانِ تعلیم امام حسن البنا کی شہادت کا واقعہ انھیں اخوان کی دعوت کے قریب لایا۔ ۱۹۵۴ء میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور ۱۵ سال قید کی سزا سنائی گئی' تاہم ۱۰ سال بعد انھیں رہائی ملی۔ لیکن ۲۹ اگست ۱۹۶۶ء کو جمال عبدالناصر نے انھیں پھانسی دے کر شہید کردیا —— ترجمہ: عبدالغفار عزیز

،علاقہ جات، تنظیمی مراکز، تاسیسی مجلس اور مکتب ارشاد، ہر خشت اپنی مثال آپ ہے۔

یہ تو ہوئی اس کی ظاہری شکل وصورت لیکن معمار کی اصل عبقریت صرف ظاہری شکل سے نہیں، جماعت کے داخلی نظام اور فکر کی ہمہ گیریت سے اجاگر ہوتی ہے۔ پورا نظامِ کامل نہایت باریک بینی اور محکم انداز سے تشکیل دیا گیا ہے۔ تنظیم وترقی کا اصل شکوہ اس کی روحانی تعمیر سے واضح ہوتا ہے، جس میں اسرہ جات، کتیبوں اور شعبہ جات کے افراد باہم جڑے ہوئے ہیں۔ ان کا اکٹھا مطالعہ کرنا، مشترکہ نماز وعبادات، مشترکہ احساسات، مشترکہ ہدایات، مشترکہ سفر، مشترکہ تربیت گاہیں اور پھر بالآخر مشترکہ اطاعت اور یکساں سوچ، اس سب کچھ نے دین کی خاطر برپا اس جماعت کو، دلوں میں پرورش پانے والے ایسے عقیدے اور ایمان کی صورت دے دی ہے، جو احکام وتعلیمات اور تنظیمی ضوابط سے پہلے ہی نفوس کو متحرک کر دیتا ہے۔

حسن البنا کی عبقریت اپنے ساتھیوں کی انفرادی اور اجتماعی توانائیوں کو بہتر طور پر استعمال کرنے سے ظاہر ہوتی تھی۔ انھیں ایسی مسلسل ومفید سرگرمیوں میں کھپا دینے میں تھی کہ جن کے بعد وہ اوقات کو فارغ جان کر اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں نہ مارتے پھریں۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ صرف لوگوں کے دینی احساسات وجذبات ابھار دینا کافی نہیں ہوتا۔ اگر ایک داعی اپنی ساری سرگرمی اسی ایک نکتے پر مرتکز کر دے، تو وہ نوجوانوں کو مخصوص دینی ہوس کا شکار تو کر دیتا ہے، لیکن کسی تعمیری سرگرمی میں نہیں کھپاتا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عقیدے کی علمی تاویلات کا مطالعہ کافی نہیں ہوتا۔ اگر داعی صرف انھی میں کھو جائے تو وہ بالآخر تمام روحانی سرچشموں کو خشک کر دینے کا ذریعہ بنتا ہے۔ وہ اس روحانیت سے محروم رہتا ہے، جو علمی مطالعے کو حرارت وگداز اور زرخیزی عطا کرتی ہے۔ اسی طرح وہ اس حقیقت سے بھی آشنا تھے کہ صرف وجدان کو اپیل کرنا اور مطالعے کا اہتمام کرنا بھی توانائیوں کا پورا استعمال نہیں ہے۔ عمل کی طاقت، جسمانی توانائی، اکتساب وعطا، قتال وانفاق ـــــ غرض کتنے پہلو ہیں جو اُدھورے اور تشنۂ تکمیل رہیں گے۔

انھوں نے ان تمام پہلوؤں پر سوچ بچار کی، یا یوں کہیے کہ انھیں ان تمام پہلوؤں کے احاطے کی توفیق نصیب ہوئی۔ انھوں نے جماعتی دائرے میں شامل ہونے والے ہر مسلمان بھائی کو ان تمام میدانوں میں متحرک کر دیا۔ یہ سب جماعتی نظام کی برکات تھیں۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں

کی تمام فطری توانائیوں کو تعمیروعمل میں کھپا دیا۔ کتبیہ جات، تربیت گاہیں، اخوانی تنظیمیں اور کمپنیاں، داعیوں کا نظام، جہاد اور شہادتی کارروائیوں کے لیے افراد کی تیاری (تاکہ وہ جہاد فلسطین میں عملاً شریک ہوسکیں)۔ غرض ہر پہلو اس نظام کے عظیم و بے مثال ہونے کا عملی ثبوت تھا۔

حسن البنا کی عبقریت کا ایک اور پہلو مختلف النوع شخصیات ونفوس کو اکٹھا کرلینے میں نمایاں ہوتا ہے۔ یہ قدسی نفوس مختلف علاقوں سے آئے تھے۔ مختلف معاشرتی پس منظر رکھتے تھے، مختلف ذہنی استعداد کے مالک تھے، لیکن سب ایک ہی متناسب لڑی میں پروئے ہوئے تھے۔ یوں جیسے مختلف نغماتی صداؤں سے ایک خوب صورت دھن ترتیب پا جائے، سب کی ایک ہی پہچان، سب کا ایک ہی رجحان۔ چوتھائی صدی کے اندر اندر یہ سب مختلف الخیال، مختلف الاعمار افراد ایک اکائی کی حیثیت اختیار کر گئے۔

اس پورے تناظر میں جائزہ لیں کہ 'البنا' یعنی معمار کا لقب ایک اتفاقی امر تھا یا یہ کہ یہ سب اس بلند و اعلیٰ امر الٰہی کا پرتو تھا، جس کی کتابِ مسطور میں، سب کچھ ایک لامتناہی جمال و ترتیب سے لکھا ہوا ہے، خواہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ اتفاقی امر ہو یا تقدیر کے اعلیٰ ترین مراتب۔

یہ جدوجہد اپنے عروج پہ تھی کہ حسن البنا اپنے رب کے حضور پیش ہوجاتے ہیں۔ رب کے حضور حاضری سے انھوں نے اپنی عمارت کی بنیادیں مزید مستحکم و محفوظ کردیں۔ اللہ نے ان کی شہادت اس طور چاہی کہ عظیم ارادۂ الٰہی کی تکمیل ہوجائے۔ ان کی شہادت تعمیر ہی کا ایک مرحلہ دکھائی دیتا ہے۔ اس سے عمارت کی بنیادیں مزید گہری ہوگئیں، در و دیوار مزید مضبوط ہوئے۔ شہید کے ہزاروں خطاب اور ہزاروں کتابیں بھی اخوان کے دلوں میں تحریک و دعوت کے وہ الاؤ روشن نہیں کرسکتے تھے جوان کے پاکیزہ خون سے منور ہونے والے چراغوں نے دہکا دیے تھے۔ ان کی بات سچ ثابت ہوئی کہ ہماری باتیں موم سے بنے مجسمے ہیں، یہاں تک کہ جب ہم ان کی خاطر اپنی جان سے گزر جاتے ہیں تو ان میں روح دوڑنے لگتی ہے اور ان کے لیے حیات جاودانی لکھ دی جاتی ہے۔

جب بونے ڈکٹیٹر حکمرانوں نے اخوان کو آہن و آتش سے کچلنا چاہا، تب تک وقت بیت چکا تھا۔ تب حسن البنا کے ہاتھوں اٹھائی گئی بنیادیں منہدم کرنا، کسی کے لیے ممکن نہ رہا تھا۔

اخوان کے شجرِ طیب کی جڑیں اکھاڑنا کسی کے بس میں نہ رہا تھا۔ اخوان ایک ایسے نظریے اور فکر کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، جسے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ جبر اور آہن و آتش کی یلغار، کبھی افکار و نظریات کا خاتمہ نہیں کر سکتی۔ حسن البنا کی عبقریت سربلند رہی۔ بونے جابر مٹ گئے، اخوان کو دوام نصیب ہوا۔ اگرچہ کئی بار ایسا ضرور ہوا، کہ بعض کمزور نفوس وسوسوں کا شکار ہو گئے، لیکن یہ نفوس خود کو بیمار رکھنے پر مصر تھے لہٰذا ناکام ہوئے۔ وہ یا تو سرسبز شجرِ عظیم سے، خشک پتوں کی طرح جھڑ گئے، یا بالآخر ان کی بیمار سوچ خود ہی سمٹ کر رہ گئی اور منظم و متحرک صفوں میں کوئی خلل نہ آ سکا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ دشمنانِ اخوان نے شجرِ عظیم کی کسی ایک شاخ کو یہ گمان کرتے ہوئے اپنی گرفت میں لے لیا کہ یہی شاخ اصل شجر ہے، اگر اسے کاٹنے یا اکھاڑنے میں کامیاب ہو گئے تو پورا درخت کٹ جائے گا یا اکھڑ جائے گا۔ لیکن جب شاخ پر دباؤ عروج پر پہنچا تو وہ کسی ایسی خشک لکڑی کی طرح دشمنوں کے ہاتھ آ گئی، جس کے ساتھ نہ کوئی پتا تھا نہ اس میں کوئی تازگی تھی، نہ ثمر اور نہ رونق حیات ___ یہی 'معمار' کی عبقریت تھی جو اس کے اٹھ جانے کے بعد بھی فیض دے رہی تھی۔

آج بھی اخوان کو وہ تمام آزمایشیں گھیرے ہوئے ہیں جو ماضی میں گھیرے ہوئے تھیں۔ لیکن آج وہ پہلے سے زیادہ مضبوط، پہلے سے زیادہ مستحکم اور پہلے سے زیادہ منظم ہیں۔ آج وہ دلوں میں راسخ ایک نظریہ بھی ہیں، تاریخ کا ایک سنہرا باب بھی، روشن مستقبل کے امین بھی ہیں اور ایک طرزِ زندگی بھی، اور اس سب کچھ سے زیادہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہیں کہ جسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ شہدا کا خون ہیں کہ جسے کوئی فراموش نہیں کر سکتا۔

جو بھی اس عمارت کے بارے میں بری نیت رکھتا ہے، وہ یاد رکھے کہ اس سے پہلے ان کے پیش رو شاہ فاروق کی سرکشی جسے برطانیہ و امریکا کی ہلہ شیری بھی حاصل تھی، طغیانی اس عمارت کا ایک پتھر بھی اپنی جگہ سے نہیں اکھاڑ سکی۔ اس میں کوئی دراڑ نہیں ڈال سکی۔ مستقبل بھی اسی عقیدے و نظریے کا ہوگا جس پر اخوان کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ نصرت اسی معاشرتی نظام کی حلیف ہوگی جو اس راسخ عقیدے سے پھوٹتا ہے۔ آج ہر مسلم سرزمین سے اسی ایک پرچمِ بلند تلے جمع ہونے کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، جسے کبھی استعمار نے چاک چاک کر دیا تھا۔ استعمار چاہتا تھا کہ اس طرح وطنِ اسلامی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ آج اس مجروح جسم کے تمام زخم مندمل ہونے کی گھڑی

آن پہنچی ہے۔ اب اس جسم کو ایک زندہ و بیدار و توانا وجود نصیب ہونا ہے اور پھر قبائے استعمار کو تار تار کرنا ہے۔

وجود و ہستی کا فطری تقاضا ہے کہ اس سلیم فطرت اور عظیم عقیدے کو نصرت نصیب ہو، تقسیم و انتشار کا دور گزر چکا۔ اگر اسلامی تحریک اس تاریک دور میں فنا کے گھاٹ نہیں اتاری جاسکی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آج بیداری، انتفاضے اور احیائے اسلام کے دور میں اسے فنا کیا جاسکے۔ آج اسلامی فکر اور اخوان المسلمون کا وجود یک جان دو قالب کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ جس طرح تاریخ ان دونوں کو جدا نہیں کرسکتی، اسی طرح آج یا آنے والے کل میں بھی کوئی ان دونوں کو الگ نہیں کرسکتا۔

ماضی میں استعمار نے امت پر ایسے خواب آور نسخے آزمائے جنھیں دین سے منسوب کیا گیا تھا۔ اس ضمن میں اس نے کبھی تو اہل تصوف کو استعمال کیا اور کبھی جامعہ الازہر کو۔ لیکن آج یہ سب کچھ ممکن نہیں رہا۔ اخوان کی مضبوط عمارت فکر اسلامی کی بھرپور نمایندگی کرتی ہے ——— آج کسی اور ادارے یا فرد کے ذریعے اسلامی سوچ کو دھندلایا نہیں جاسکتا۔ آج ازہر بھی طویل اسیری کے بعد استعماری گرفت سے آزاد ہو رہا ہے اور اس کے طلبہ و اساتذہ بھی بڑی تعداد میں اخوان میں شامل ہو رہے ہیں۔ یہ ایک فطری عمل ہے اسے یوں ہی ہونا تھا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ (المجادله ۵۸:۲۱)
اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ یقیناً میں اور میرے رسولؐ ہی غالب رہیں گے، بے شک اللہ قوی و غالب ہے۔

✲✲✲